جنرل مرزا اسلم بیگ

افغانستان میں امن کی تلاش

جنگ کا اصول ہے کہ مقصد پوری طرح واضح ہو اور اس میں کسی بھی مرحلے پر تبدیلی نہ لائی جائے ورنہ شکست مقدر بن جاتی ہے۔ اسے ہم Maintenance of Aim کہتے ہیں۔ اس تناظر میں امریکہ کا افغانستان کے خلاف جنگ کا مقصد 9/11 کے حملے کا بدلہ لینا تھا جس کیلئے افغانستان کا انتخاب کیا گیا جو روسیوں کے خلاف جنگ اور آٹھ سالہ خانہ جنگی کے بعد تباہ حال تھا۔ اس کے خلاف امریکہ نے پوری طاقت استعمال کی 'Shock and Awe' حکمت عملی کا بدترین مظاہرہ کیا اور امریکی قوم کو یہ پیغام دیا کہ "دیکھو ہم نے بدلہ لے لیا ہے۔" امریکہ نے چند مہینوں میں افغانستان پر قبضہ کر لیا' اپنی مرضی کی حکومت بنائی اور ایک سال کی مدت میں جنگ کا مقصد حاصل کر لیا۔ اس کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادی جنگ کے مقصد سے ہٹ کر سازشوں میں الجھ گئے اور یہیں سے ان کی شکست کے آثار نمایاں ہوئے جو آج ان کی پسپائی اور ناکامی کی عبرتناک تصویر پیش کرتے ہیں۔

اس کے برعکس افغان طالبان دوبارہ منظم ہوئے اور آزادی کی جنگ کا آغاز کیا۔ ان کی جنگ کا مقصد بڑا واضح تھا جو ملا عمر نے میرے سوال کے جواب میں بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا تھا' جسے میں بار بار دہراتا رہا ہوں تاکہ ہم اگر اس حقیقت کو سمجھ لیں تو افغانستان میں بہت جلد قیام امن ممکن ہو گا۔ مئی 2003 میں جو پیغام مجھے ملا وہ یہ تھا:

"ہم نے اپنی آزادی کے حصول تک جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور انشاء اللہ ہم فتحیاب ہوں گے۔ جب ہم آزادی حاصل کر لیں گے تو اپنے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے کیلئے ایسے فیصلے کریں گے جو تمام افغانوں کیلئے قابل قبول ہوں گے' اب ہم ماضی کی غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے۔"

☆ "ہمارے لئے امریکی ایجنڈے پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ ایسا فیصلہ کرنے کا ہماری روایات اور قومی غیرت اجازت نہیں دیتیں۔"

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

☆ "اب ہم امریکہ اور پاکستان کے دھوکے میں نہیں آئیں گے جیسا انہوں نے 90-1989 میں روس کی پسپائی کے بعد کیا تھا۔ مستحکم اور پرامن افغانستان کی خاطر ہم شمالی اتحاد کے ساتھ مل کر قیام امن کی راہیں استوار کریں گے اور اپنے تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستی اور تعاون پر مبنی تعلقات قائم کریں گے۔

☆ "ہمارے خلاف امریکہ کی جنگ میں پاکستان ہمارے دشمنوں کا شراکت دار رہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔ پاکستان ہمارے لئے بہت اہم ہے کیونکہ ہماری سلامتی کے تقاضے اور مفادات مشترک ہیں اور ہماری منزل ایک ہے۔

"ہمیں مستقبل میں ایک سخت جدوجہد درپیش ہوگی لیکن ہم پرامید ہیں کہ ہم اس سے بخیروخوبی عہدہ برآ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ 'بالآخر تمہارے دشمن پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'"

ملا عمر کے ان الفاظ میں جنگ کا مقصد اور غیر متزلزل عزم بڑا واضح ہے اور آج تک اس میں ذرہ برابر بھی کمزوری یا تبدیلی نہیں آئی ہے اور یہی ان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ان کے خلاف کوئی بھی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی۔ سازش یہ ہے کہ افغان حکومت اور امریکہ کافی عرصے سے طالبان کے ساتھ شراکت اقتدار کی کوشش میں ہیں لیکن طالبان کو امریکہ کی سرپرستی میں چلنے والی حکومت میں شریک اقتدار ہونا منظور نہیں ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ امریکہ افغانستان سے مکمل انخلا کریں تو بات ہوسکتی ہے۔ امریکہ بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ افغانستان میں سب سے زیادہ موثر اور حاوی قوت طالبان ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا اپنی ہتک سمجھتا ہے حالانکہ گذشتہ پچیس برسوں سے افغانستان میں یہی طالبان چھائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جس میں پاکستان بھی شامل ہے پہلے ملا عمر اور اب ملا منصور کی قیادت میں شکست دی ہے۔ طالبان ایک مضبوط حکمت عملی کے تحت افغانستان پر اپنے تسلط کو بڑھاتے جا رہے ہیں۔

گذشتہ سال بھی میں نے کہا تھا کہ طالبان سردی کے موسم میں بڑے بڑے حملے کر کے اپنی دھاک بٹھائیں گے اور ایسا ہی ہوا ہے۔ پاکستان کی جانب سے آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں حقانی نیٹ ورک کا امدادی بیس (Support Base) فاٹا سے نکل کر کابل کے شمال میں منتقل ہو چکا ہے اور یہاں انکی قوت میں پہلے کی نسبت اضافہ ہوا ہے۔ انہیں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان اور شرقی ترکستان (سنکیانگ) اور دوسرے ممالک کے جہادیوں کی مدد حاصل ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ طالبان کے اس نئے

امدادی بیس تک ان کے دشمن ممالک کو رسائی حاصل نہیں ہے۔فاٹا میں تو پاکستان کو رسائی حاصل تھی لیکن اب وہ مطمئن ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنی نئی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔امریکہ پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ حقانی گروپ کے خلاف کاروائی کی جائے لیکن پاکستان بے بس ہے اسلئے کہ حقانی گروپ اور ان کے اہل وعیال یہاں سے جا چکے ہیں۔امریکہ اور اتحادیوں پر عجب بے بسی کا عالم ہے۔

طالبان کا نیا سپورٹ بیس قندوز کا صوبہ ہے جو حزب اسلامی کے سربراہ گلبدین حکمت یار کا آبائی علاقہ ہے لیکن وہاں حکمت یار کی جماعت کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔یہ چار ممالک (QCG) جو افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں انہیں زمینی حقائق کا اندازہ ہونا چاہیے۔ان میں چین کے علاوہ تین تو طالبان کے دشمن ہیں جو ان کے خلاف جنگ لڑتے رہے ہیں۔ان دشمنوں میں امریکہ اور افغان حکومت نمایاں ہیں۔طالبان نے جنگ کرکے انہیں شکست دی ہے اور یہی ممالک افغانستان میں امن کی راہوں کی تلاش میں ہیں جو قانون فطرت کے خلاف ہے کیونکہ ناکام اور شکست خوردہ قوتیں مستقبل کا فیصلہ نہیں کیا کرتیں۔اشرف غنی کی حکومت امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ قیام امن کی کنجی جس قوت کے پاس ہے اسے افغانستان میں اقتدار کی حدود سے باہر رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔1990ء کی دہائی میں بھی ایسا ہی کیا گیا تھا کہ جو لوگ اقتدار کے اصل وارث تھے یعنی افغان مجاہدین انہیں اقتدار نہ ملا اور خانہ جنگی کرائی گئی جس کے نتیجے میں طالبان ابھرے۔اب بھی وہی کہانی دہرانے کی کوشش ہے۔ طالبان ان سازشوں کو سمجھتے ہیں اور وہ اپنے مقصد میں یکسو ہیں۔ان تمام سازشوں سے وہ پوری طرح واقف ہیں اور اب دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ لہٰذا جب تک طالبان کے مطالبات تسلیم نہیں کئے جاتے اس وقت تک افغانستان میں امن نہیں قائم ہوسکتا۔ طالبان کو شامل کئے بغیر صرف حکمت یار سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس وقت زمینی صورت حال یہ ہے کہ طالبان نے چند بڑے شہروں کا رابطہ کابل سے کاٹ دیا ہے۔مثلاً تاجکستان سے قندوز آنے والی سڑک پر طالبان کا مکمل کنٹرول ہے۔طالبان اس سڑک کو اپنی ضرورت کے مطابق کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔یعنی اپنے لیے ہتھیاروں اور خوراک کی ضرورت کے وقت راستے کھولتے ہیں۔ان کو کمک کون بھیجتا ہے یہ چار ملکی اتحاد QCG کے سوچنے کی بات ہے۔اسی طرح مزار شریف جو ایک بڑا تجارتی مرکز ہے جہاں سے وسطی ایشیا کو راستے جاتے ہیں۔یہ راستہ بھی طالبان نے

بلاک کر دیا ہے۔ابھی کچھ عرصہ پہلے طالبان نے صوبہ بغلان کے مرکزی شہر پل خمری میں افغانستان ملٹری اکیڈمی پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا ہے اور ایک درجن سے زیادہ ٹینک اور دیگر جنگی سامان تباہ کر دیا ہے۔اس حکمت عملی کے تحت طالبان افغانستان کے اہم شہروں کا گھیراو کرتے جا رہے ہیں اور اشرف غنی کی حکومت محدود ہوتی جا رہی ہے جس سے طالبان کیلئے ان پر قابو پانا آسان ہوگا۔

اب حالات کچھ ایسے ہیں جیسے 1994 میں تھے کہ جب طالبان نے پیش قدمی شروع کی تو ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے افغان فوج اور پولیس ہتھیار ڈالتی گئی۔قندوز، مزار شریف اور پل خمری کی جنگ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ افغان فوج اور پولیس میں طالبان کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔رہا یہ سوال کہ پاکستان اس چار ملکی اتحاد میں کیوں شامل ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی حکومت کا یہ فیصلہ 2001 میں جنرل مشرف کے فیصلے سے اخذ کیا گیا ہے جب ہم امریکہ کے ساتھ اس کی نام نہاد جنگ میں شامل ہوئے اور اپنے پڑوسی برادر اسلامی ملک پر امریکہ کو حملے کی اجازت دی۔یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان غلطیوں پر غلطیاں کیے جا رہا ہے۔سادہ سی بات ہے کہ طالبان کے مطالبات کو تسلیم کر لیا جائے تب ہی افغانستان میں قیام امن ممکن ہوگا۔ طالبان پر پابندیاں ختم کی جائیں،ان کے رہنماؤں کو رہا کیا جائے اور امریکی قابض افواج کے حتمی انخلا کی تاریخ دی جائے تو مذاکرات شروع ہو سکتے ہیں۔

طالبان آزاد منش لوگ ہیں وہ آزاد فضا میں ہی فیصلہ کرتے ہیں اور مضبوط فیصلہ کرتے ہیں۔ افغان قوم میں یہ خوبی بھی ہے کہ وہ قوم پرست ہیں۔اس چھتیس سال کی جنگ میں جب کہ اکثر اوقات نظام حکومت تتر بتر رہا ہے اس دوران افغانستان کے کسی علاقے یا کسی قوم نے بھی الگ ہونے یا تاجکستان، ازبکستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کی کوشش نہیں کی بلکہ دسمبر 2012 میں جب پیرس میں انٹرا افغان مذاکرات ہوئے تو ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ ''ہمیں آزاد چھوڑ دو، ہم اپنے معاملات خود طے کر لیں گے'' لیکن ان کی اس آواز کو دبا دیا گیا۔پاکستان،امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت ناگزیر ہے۔اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت بنے گی تو داعش کا بھی خاتمہ ہوگا۔ ہر حال میں یہی طالبان پورے افغانستان پر قابض ہوں گے۔حالات خراب ہونے سے پہلے بہتر ہے کہ طالبان کے مطالبات مان لیے جائیں اور ان کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں کیونکہ حالات اور وقت کا یہی تقاضا ہے۔